© rasailojaraid.com

امام مالکؒ صاحب الموطا

ازشاہ ولی اللہؒ [1]

قاضی عیاض کہتے ہیں کہ جس قدر اہتمام الموطا کا کیا گیا، کسی اور کتاب کا نہیں کیا گیا۔ متقدمین میں سے ابن عبدالبرؒ نے "التمہید والاستذکار" کے نام سے اس کی شرح لکھی۔ ابوالولید بن الصفار نے اپنی کتاب "المرغب" میں الموطا کے بہت سے شارحین کے نام گنائے ہیں۔ قاضی عیاض کی کتاب "مشارق الانوار" الموطا اور صحیحین دونوں کی شرح ہے۔ بعض علماء نے الموطا کی مسند تالیف کی ہیں۔ بعض نے اس کے اسمائے رجال سے بحث کی ہے اور اس کی منقطع احادیث کا اتصال کیا ہے الغرض اس کے بعد سے لے کر اب تک کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا کہ اس میں الموطا کی شرح و توضیح کرنے والے اور اس کی روایت اور اسناد سے بحث کرنے والے نہ ہوں یہاں تک کہ اس فقیر نے بعض اہل مکہ سے جملہ قرأتوں کے ساتھ اس کی مسلسل روایت کی ہے اور جیسا کہ اسے امام مالک سے سنا گیا تھا۔ اس کو بلاانقطاع سنا۔ غرض آج نہ صرف یہ کہ امام مالک کے اہل عصر کی کوئی کتاب موجود نہیں، بلکہ اس پر مستزاد یہ کہ یہ ایسی کتاب ہے جس کی سماعت مسلسل چلی آتی ہے۔

اور جہاں تک مسلمانوں کے ہاں الموطا کی مقبولیت کا تعلق ہے تو مالکیوں کا تو اس پر عمل ہے ہی

---

[1] اس کی پہلی قسط اکتوبر کے شمارے میں شائع ہوئی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر مذہب شافعی کی اصل اور اس کی اساسِ اجتہاد بھی یہی المؤطا ہے۔ البتہ بعض مواضع میں امام شافعی نے اعتراضات کئے ہیں۔ اور بعض روایات کو ترجیح دینے میں اختلاف کیا ہے۔ اسی طرح امام محمد (بن الحسن شیبانی) کی فقہ جو المبسوط وغیرہ میں ہے، اس کا سرمایہ اور رأس المال بھی المؤطا ہی ہے کیونکہ آثار ابو حنیفہ جو امام محمد اپنے استاد سے روایت کرتے ہیں، فقہ کے تمام مسائل کے لئے کافی نہ تھے

لہ امام ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں :- امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں شہرت کے اعتبار سے سب سے مشہور ابو یوسف ہیں۔ ہارون الرشید کے عہد میں وہ قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز ہوئے، اور یہی سبب بنا اطرافِ عراق، خراسان اور ماوراء النہر میں حنفی مذہب کے فروغ کا اور اس کے مطابق نظام قضاء کے قیام کا۔ امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے تصنیف و تالیف میں سب سے بہتر اور درس و تدریس کے معاملے میں سب سے بڑھ کر محمد بن الحسن تھے۔ ان کے حالات یہ ہیں کہ انہوں نے فقہ امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف سے پڑھی پھر وہ مدینہ گئے۔ جہاں انہوں نے امام مالک سے موطا پڑھی اس کے بعد انہوں نے الگ بیٹھ کر غور و خوض کیا۔ اور ہر ہر مسئلے میں اپنے اصحاب کے مذہب کو المؤطا سے تطبیق دی۔ اگر ان کے اصحاب اور الموطا میں موافقت ہوئی تو فبہا، اور اگر انہوں نے دیکھا کہ صحابہ اور تابعین کی کوئی جماعت ان کے اصحاب کے مذہب سے متفق ہے تو خیر لیکن اگر انہوں نے دیکھا کہ ان کے ہاں ضعیف قیاس یا قدرے نرم تخریج ہے اور اس کے خلاف کوئی ایسی صحیح حدیث ہے جس پر کہ فقہا کا عمل ہے۔ یا اس قیاس اور تخریج کے خلاف اکثر فقہا کا عمل ہے تو وہ اسے ترک کر کے مذاہب سلف میں سے جو مذہب بھی ان کے نزدیک مرجح ہوتا، اسے اختیار کر لیتے۔ یہ دونوں (امام ابو یوسف اور امام محمد) ابراہیم نخعی اور ان کے ساتھیوں کے طریقے پر برابر عامل رہے، جیسا کہ امام ابو حنیفہ اس پر عامل تھے البتہ اس سلسلے میں ان میں مندرجہ ذیل دو چیزوں میں سے اختلاف ہوا۔ یا تو ابو یوسف اور محمد بن الحسن اپنے استاد امام ابو حنیفہ سے کسی ایسی تخریج کے بارے میں اختلاف کرتے جو انہوں نے ابراہیم نخعی کے طریقے پر کی ہوتی یا یہ کہ ابراہیم نخعی (باقی صفحہ ۳۵ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چنانچہ امام محمد اپنی الموطا میں جو انہوں نے امام مالک سے روایت کی ہے، اکثر یہ جملہ لکھتے ہیں۔
"اور یہ میرا قول ہے اور ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔"

اب رہی صحاح ستہ کے مؤلفین کے ہاں الموطا کی مقبولیت تو اس ضمن میں یہ بات اتنی مشہور ہے کہ اس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کہ جب امام بخاری بروایت مالکؒ کوئی متصل مرفوع حدیث پاتے ہیں، تو وہ اسے نظرانداز کر کے کسی دوسری روایت کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہوتے، سوائے اس کے کہ امام مالک کی یہ روایت ان کی شرائط کے مطابق نہ ہو، لیکن اس صورت میں امام بخاری اس روایت کی تائید میں اور شواہد لاتے ہیں چنانچہ اس طرح اکثر مقامات میں وہ الموطا کے آثار کی حدیث کے اشارات سے تائید کرتے ہیں۔

اور جہاں تک الموطا کی ترتیب اور اس کے جملہ مسائل پر حاوی ہونے کا تعلق ہے، تو اس سلسلے میں یہ بات مخفی نہیں رہنی چاہیئے کہ صحابہ اور تابعین کے زمانے میں علم کی کتابی شکل میں تدوین نہیں ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ عمر بن عبدالعزیز مسندِ خلافت پر فائز ہوئے اور آپ

(بقیہ صفحہ ۳) اور ان کے ساتھیوں سے مختلف اقوال مروی ہوتے اور ان کے استاد امام ابو حنیفہ نے ان اقوال میں سے کسی ایک کو ترجیح دی ہوتی، تو وہ اس ترجیح کے متعلق اپنے استاد سے اختلاف کرتے

محمد بن الحسن نے تصنیف و تالیف کو اپنایا اور ان تینوں کی رایوں کو جمع کر دیا۔ جس سے ایک کثیر مخلوق کو فیض پہنچا۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب نے ان تصانیف کو موضوع بحث بنایا ان کی تلخیص کی ان کی تقریبیں لکھیں۔ ان کی شرح و تخریج کی اور ان سے استدلال کیا۔ پھر یہ اصحاب خراسان اور ماوراء النہر میں پھیل گئے۔ اور ان کا مذہب، مذہبِ ابو حنیفہ کہلایا۔ (عبیداللہ سندھی دیوبندی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے اپنے عہد کے فقہاء کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن اور عمر (رضی اللہ عنہ) کے آثار جمع کرنے کا حکم دیا۔ سب سے پہلے ابن شہاب الزُہری نے اس کام کو شروع کیا، لیکن وہ اس ضمن میں کوئی ترتیب یا تبویب ملحوظ نہیں رکھتے تھے۔ ان کے بعد طبقہ ثالث کے بڑوں نے تبویب اور تصنیف کا کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ چنانچہ ربیع بن صبیح اور سعید بن ابی عروبہ نے علم کے بعض پہلو مدوّن کئے ان کے بعد امام مالک نے احکام سے متعلق جو امور تھے، وہ مدون کئے۔ فقہ کے تمام ابواب پر بحث کی، اور اہل حجاز کی جو قوی احادیث تھیں، انہیں جمع کیا۔ اور ان کی مرسل روایات، بلاغات، اقوال صحابہ اور تابعین کے فتاوی سے شرح کی۔ اور اسی منہج اور طریقے پر مکہ میں ابن جریج، شام میں الاوزاعی، کوفے میں الثوری، بصرہ میں حماد بن سلمہ، واسط میں ہشیم، یمن میں معمر، خراسان میں ابن المبارک اور رے میں جریر بن عبدالحمید تصنیف و تالیف میں لگ گئے۔ دوسری ہجری کے گزرنے کے بعد مسانید کی تصنیف ہونے لگی اور آثار وغیرہ سے احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علیٰحدہ کیا جانے لگا۔

امام مالک نے پہلے الموطا میں دس ہزار حدیثیں جمع کی تھیں۔ پھر وہ برابر ان کی جانچ پڑتال کرتے رہے۔ اور ان کو بتدریج کم کرتے گئے، یہاں تک کہ ان کی وہ تعداد رہ گئی جو اس وقت الموطا میں ہے۔ ابو حاتم رازی سے پوچھا گیا کہ اس کتاب کا نام الموطا کیوں ہے؟ انہوں نے کہا کہ امام مالک نے اس کتاب کو مرتب کیا۔ پھر اسے ہموار کرکے لوگوں کے لئے آسان بنایا جس کی وجہ سے اس کا نام موطا مالک بن انس پڑ گیا۔ جب امام مالک نے یہ کتاب تالیف کی تو بہت سے دوسرے علماء نے بھی ایسی کتابوں کی تالیف شروع کردی۔ اس پر امام مالک سے کہا گیا کہ آپ نے اس کتاب کی تالیف میں اپنی جان کو خواہ مخواہ تکلیف میں ڈالا۔ اب دیکھئے اور لوگوں نے بھی ایسی کتابیں مرتب کرلی ہیں امام مالک نے جواب میں فرمایا کہ تم دیکھو گے کہ ان کتابوں میں سے صرف اسی کو مقبولیت حاصل ہوگی۔ جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لئے لکھی گئی ہے۔ چنانچہ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ان کتابوں کا لوگوں نے نام لینا چھوڑ دیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گویا جیسے وہ سب کی سب کنوئیں میں پھینک دی گئی ہوں۔

ایک دن امام مالک نے مطرف بن عبداللہ سے پوچھا کہ لوگ میری کتاب الموطا کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔؟ انہوں نے کہا کہ دو طرح کے لوگ ہیں۔ جو دوست ہیں، وہ تو تعریف کرتے ہیں اور جو حاسد ہیں، وہ افترا باندھتے ہیں۔ امام مالک نے فرمایا کہ اگر تمہاری عمر دراز ہوئی، تو تم دیکھو گے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کتاب کے بارے میں کیا منظور ہے۔ ابوبکر الابہری کہتے ہیں کہ الموطا میں کل مرفوع احادیث اور موقوف و مقطوع آثار مل ملا کر ایک ہزار سات سو بیس حدیثیں ہیں ان میں سے مُسند چھ سو سترہ، مرسل دو سو بائیس، موقوف چھ سو سترہ، اقوال تابعین دو سو پچھتر ہیں۔ ابن حزم کا قول ہے کہ میں نے الموطا کے مندرجات کا شمار کیا۔ میں نے اس میں مسند کوئی پانچ سو سے اوپر اور مرسل کوئی تین سو سے اوپر پائیں۔ باقی اللہ بہتر جانتا ہے (یہ امر مخفی نہ رہے کہ امام مالک کے بعد فقہا اور محدثین نے تسلسل افکار و علوم کی وجہ سے احادیث کی تبویب اور مسائل کی ترتیب میں مہارت حاصل کر لی ہے) اس لئے فقیر نے الموطا کی احادیث کو کتب فقہ کی ترتیب پر مرتب کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کی، جیسا کہ تم اس کتاب میں دیکھو گے اور توفیق دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔"

اب ہم اپنی اس گفت گو کو سعدون کے ایک بلیغ قصیدے پر ختم کرتے ہیں، جس میں اس نے لوگوں کو الموطا کی طرف دعوت دی ہے۔ (عربی اشعار کا ترجمہ حسب ذیل ہے)

میں اس شخص سے جو حدیث کی روایت کرتا اور اسے لکھتا ہے۔ اور فقہ کی راہوں پر چلنے والا اور اس کا طالب ہے کہتا ہوں۔

اگر تو اللہ تعالیٰ کے ہاں عالم کہے جانے کا خواہش مند ہے، تو یثرب (مدینہ) میں جو علم جمع ہوا تھا، اس سے تجاوز نہ کرنا۔

کیا تو اس سرزمین کو چھوڑے گا، جس کے گھروں میں جبرائیل مقرب (خداوندی) صبح و شام آتے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ آپؐ کے صحابہ نے آپؐ کی سنت کو اپنایا۔ اور اس سے تربیت حاصل کی۔

اور جہاں صحابہ میں سے ہر اس شخص نے جو صاحب مذہب تھا۔ تابعین میں علم کی نشر و اشاعت کی۔

مالک نے لوگوں کے عمل کے لئے اس علم کو خالص کیا۔ حالانکہ اس علم کی روایات کچھ صحیح اور کچھ ضعیف ہیں آپ نے روایات کی تصحیح کر کے ان کی کمزوری واشگاف کی۔ اور روایات کی تصحیح ہی تو ان کی تمام امراض کی مجرب دوا ہوتی ہے۔

اگر الموطا کا نور رات میں چلنے والے کے لئے روشن نہ ہوتا، تو اسے کچھ نظر نہ آتا اور وہ نہ جانتا کہ اسے کہاں جانا ہے۔

مؤطائے مالک کی طرف اس کے ہاتھ سے جانے سے پہلے ہی لپکو اور اگر وہ ہاتھ سے چلی گئی تو پھر حق تک رسائی نہیں ہو سکے گی۔

ہر علم کو جس کے تم خواہاں ہو، مؤطا کی وجہ سے چھوڑ دو۔ کیونکہ باقی علم بمنزلہ ستارے کے ہیں اور مؤطا آفتاب ہے۔

وہ جڑ ہے اور اس کے اچھے ہونے کی وجہ سے اس سے جو شاخیں پھوٹی ہیں، وہ بھی اچھی ہیں اور جب جڑ اچھی ہو، تو اس کی شاخیں کیوں اچھی نہ ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی کتاب کے بعد الموطا ہی وہ علم ہے جس میں لسانِ صدق حق کے ساتھ گویا ہے۔

اور اس کے آثار اس کی شہادت دیتے ہیں اور تمام جہانوں میں اس کا کوئی جھٹلانیوالا نہیں اہل حجاز اسی پر فخر کرتے ہیں۔ عراق میں بھی یہی الموطا محبوب ہے جس شخص کے گھر میں المؤطا کی کتابیں نہ ہوں یوں سمجھو کہ وہ گھر خدا کی برکت سے خالی ہے۔

کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ امام مالک کا ان کی زندگی میں اتنا بلند مقام تھا۔ لیکن موت کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعد انہیں جو سر بلندی ملی، وہ اور بھی زیادہ تعجب خیز ہے اللہ تعالیٰ مالکؒ کو اس کے مؤطا کے عوض ہماری طرف سے زیادہ سے زیادہ جزائے خیر دے۔ جو کہ ایک فرزانہ و پاکیزہ اخلاق والے کو مل سکتی ہے۔

آپ نے اپنی مرویات کی بڑی اچھی تلخیص کی، جیسے کہ کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور اس سے ہیبت کھانے والا کرے۔

وہ زندگی اور موت دونوں میں اہل علم پر فوقیت لے گئے ۔۔۔ چنانچہ اب لوگوں میں ان کا نام بطور ضرب المثل لیا جاتا ہے۔

وہ محض اپنے تقویٰ اور خشیت الٰہی کی وجہ سے فوقیت لے گئے کیونکہ ان کی رضا اور ان کا غضب اللہ ہی کے لئے ہوتا تھا۔

ہر برسنے والی بدلی ان کی قبر کو سیراب کرے، اور یہ بدلی ایسی ہو کہ برابر برستی ہی رہے۔

مجھے اس امر پر انشراحِ صدر اور یقین ہو گیا ہے کہ روئے زمین پر اللہ کی کتاب کے بعد صحیح ترین کتاب المؤطا ہے، اسی طرح مجھے اس بات پر بھی پورا یقین ہو گیا ہے کہ جس شخص کے پیش نظر تدقیق و تحقیق ہو، اس پر آج اجتہاد اور فقہ کی تحصیل کا راستہ (یعنی تفصیلی دلائل سے احکام شرعی معلوم کرنا) بند ہے سوائے اس کے کہ یہ تحقیق کا طالب الموطا کو اپنا نصب العین بنائے۔ اور اس کی مرسل احادیث کے اتصال اور ائمہ محدثین کی کتابوں کا مطالعہ کر کے صحابہ اور تابعین کے اقوال کے ماخذ معلوم کرنے کی جد و جہد کرے۔ اس کے بعد وہ (مذاہب فقہ میں) فقہائے مجتہدین کے مسلک پر گامزن ہو۔ یعنی الفاظ کے مفہوم کو محدود کرنے، دلائل کو تطبیق دینے، رکن و شرط و آداب کی توضیح کرنے، جامع و مانع قواعد کلیہ کے اخذ کرنے احکام کی علتوں کو جاننے اور ان کی عمومی و خصوصی علت کے لحاظ سے تعمیم و تخصیص کرنے اور اس طرح کے دوسرے امور میں بعد ازاں وہ امام شافعی وغیرہ کے تعقبات کو۔ جیسے کہ امام محمد بن الحسن کے امام مالک سے روایت کردہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الموطا اور کتاب الحج کے تعقبات ہیں، سمجھنے کی کوشش کرے اس کے بعد جو مختلف اقوال ہیں، ان کی تطبیق اور ان میں سے جو احسن ہو، اس کی ترجیح میں کوشاں ہو۔ اور اس طرح وہ ان مسائل میں دلائل کی بناء پر یقین یا غالب ظن کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے احکام کی معرفت حاصل کرے۔ یہ جو اجمالاً کہا گیا، اس کی تفصیل یہ ہے:۔

ہر زمانے میں اجتہاد فرضِ کفایہ کی طرح ضروری ہے یہاں اجتہاد سے مراد استقلالی اجتہاد نہیں جیسے کہ امام شافعی کا اجتہاد تھا۔ کیونکہ امام شافعی نہ تو رجال روایت کے حسن و قبح یعنی ان کی تعدیل و تجریح میں اور نہ الفاظ کے معانی وغیرہ کے تعین کے لئے کسی اور کے محتاج تھے اور اسی طرح وہ اجتہادی فہم و درایت کے جملہ انواع میں بھی کسی اور کے تابع نہ تھے۔ بلکہ وہ اس زمانے کی اصطلاح میں مجدد مُلہم تھے۔ یہاں اجتہاد سے ہماری مراد "اجتہاد منتسب ہے"۔ اور وہ عبارت ہے تفصیلی دلائل سے احکام شرعی کی معرفت اور مجتہدین کے طریقے پر ضمنی احکام کی تخریج و استنباط اور ترتیب سے، خواہ یہ کسی "صاحب مذہب" کے قواعد کے تحت ہی ہو۔ یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اجتہاد ہر زمانے میں فرض ہے[1]۔ (اہل علم میں سے محققین کے ہاں یہ امر تسلیم شدہ ہے) تو اس کا باعث اور سبب یہ ہے کہ مسائل بڑی کثرت سے وقوع پذیر ہوتے ہیں اور وہ غیر محدود ہیں۔ اور ان کے بارے میں

---

[1] فقہ حنفی کی کتاب ہدایہ میں ہے:۔ قاضی کا منصب قضا پر تقرر اس وقت تک صحیح نہیں ہوتا جب تک کہ ایک تو اس میں شہادت کی تمام شرائط پائی جائیں اور دوسرے وہ اہل اجتہاد میں سے ہو۔ اجتہاد کے بارے میں اصول فقہ میں بحث کی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر وہ "صاحب حدیث" ہے تو اسے فقہ کی معرفت ہو، تاکہ وہ آثار کے معانی جان سکے اور اگر "صاحب فقہ" ہے، تو اسے حدیث کی معرفت ہو، تاکہ جہاں نص موجود ہو" وہاں وہ قیاس سے کام نہ لے۔ نیز ضروری ہے کہ قاضی ذہانت و فطانت سے بہرہ ور ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگوں کی عادات سے واقف ہو۔ کیونکہ بعض احکام ایسے ہوتے ہیں، جن کی بنیاد ان پر ہوتی ہے

(عبیداللہ السندھی الدیوبندی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ کے حکم کو جاننا واجب ہے" اور جو کچھ مدوّن و مکتوب شکل میں موجود ہے، وہ ناکافی ہے۔ پھر اس میں بہت اختلافات ہیں اور دلائل کی طرف رجوع کئے بغیر ان کا حل ممکن نہیں۔ علاوہ ازیں ائمہ مجتہدین سے جو مسائل مروی ہیں ان کے طریقہ ہائے روایت اکثر منقطع ہیں، جس کی وجہ سے ان پر اعتماد کرکے دل کو اطمینان نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ان مروی مسائل کو اجتہاد و تحقیق کے قواعد کی کسوٹی پر پرکھے بغیر بات نہیں بنتی۔

یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اجتہاد کا راستہ سوائے اس جہت کے جس کا اوپر ذکر ہوا بند ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مرفوع احادیث ہیں، وہ اکیلی سارے احکام کے لئے کافی نہیں، اس لئے لامحالہ صحابہ اور تابعین کے آثار کی ضرورت پڑتی ہے۔ اب صورت یہ ہے کہ سوائے الموطا کے، اس وقت صحابہ اور تابعین کے ان آثار پر کوئی بھی ایسی جامع کتاب نہیں، جو علماء کی "مخدوم" ہو اور مجتہدین کے ایک طبقے کے بعد دوسرے طبقے نے اس پر غور و خوض کیا ہو۔ اس شخص کو جو کتب ماثورہ (احادیث و آثار) سے جو کہ اصول شرع کی حیثیت رکھتی ہیں، واقف ہے۔ نیز وہ ان کے بارے میں اہل علم کی رائے اور ان کی شرح کے سلسلے میں مجتہدین کے نقطہ ہائے نظر کو جانتا ہے الموطا کے اس امتیاز کے متعلق کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ باقی رہے اس زمانے کے کوتاہ عقل اور مغفل، جو کلی طور سے اس حقیقت کا انکار کرتے ہیں اور وہ نکیل ڈالے ہوئے اونٹوں کی طرح ادھر ادھر

لہ فقہ حنفی کی کتاب ہدایہ میں ہے:- بے شک استنباط و استخراج کرنے والے متقدمین نے ہر جلی و دقیق مسئلے کے متعلق احکام وضع کئے ہیں۔ لیکن حوادث برابر واقع ہوتے رہتے ہیں، اور امور اتنے در پیش آتے ہیں کہ وہ محدود نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ جو اصول و احکام مرتب ہو چکے ہیں ان سے اقتباس کرکے نئے مسائل کا حل اور پہلی مثالوں کو سامنے رکھ کر ان سے نتیجہ نکالنا اصحاب علم کا کام ہے۔ اور ماخذوں کی واقفیت ایک ایسی چیز ہے کہ اسے مضبوطی سے پکڑا جائے۔

عبیداللہ السندھی الدیوبندی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہنکائے جاتے ہیں، اور نہیں جانتے کہ وہ کدھر جا رہے ہیں، ان کا تو معاملہ ہی دوسرا ہے وہ ایک اور وادی میں ہیں اور انہیں ان امور کو سمجھانا ناممکن ہے۔

خلق اللّٰہ للحروب رجالاً
ورجالاً لقصعۃ وثریدٗ

الموطا کی ان خصوصیات نے پہلے تو میرے اندر یہ اشتیاق پیدا کیا کہ میں اسے روایت کروں۔ اور پھر یہ کہ اس کی شرح کروں۔ چنانچہ میں نے اس کے فقہی مسائل کو کتب فقہ کی ترتیب پر مرتب کیا اور ہر باب میں اس کے مناسب جو آیات شریفہ تھیں، ان کا اضافہ کیا۔ نیز ان آیات اور احادیث کا فارسی میں ترجمہ کیا (جو اس عصر میں ہندوستان کی اسلامی سلطنت کی رسمی زبان تھی)، میں نے اس کے غریب و نامانوس الفاظ کی شرح کی۔ اور ہر مسئلے میں فقہاء کا جو اختلاف ہے اسے بیان کیا۔ پھر میں نے نصوص میں وارد شدہ الفاظ کی تحدید کی۔ ہر حکم کی علت کا جس طرح استخراج واستنباط کیا گیا ہے، اس کی کیفیت بیان کی۔ اور اس طرح جیسے جامع و مانع قواعد کلیہ تک پہنچا گیا، اس کا ذکر کیا اور مؤطا امام مالک پر امام شافعی وغیرہ کے جو تعقبات ہیں، انہیں بیان کیا۔ شاید اس سے آپ سمجھ جائیں گے کہ یہ سب امور اجتہاد کے گہرے اسرار میں سے ہیں۔

علاوہ ازیں میں نے المصفّٰی میں مرسل احادیث کا اتصال کیا۔ اور علوم محدثین کے اسرار وغوامض کے سلسلہ میں صحابہ اور تابعین کے جو اقوال ہیں، ان کے ماخذ بیان کئے۔ اب اگر اس زمانے کے لوگوں کے ذہن اس جیسی چیز لانے سے قاصر ہیں اور وہ اس کی صحیح قدر و قیمت نہیں جانتے تو انہیں معذور سمجھنا چاہیئے کیونکہ وہ تو مجتہدین و محدثین ہر دو کے علوم کے اسرار و غوامض سے پہلوتہی کئے ہوتے ہیں۔ اور انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ جس چیز سے ناواقف ہو وہ اس کا دشمن بن جاتا ہے۔

لہ۔ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگ جنگوں کے لئے پیدا کئے ہیں، اور بعض صرف نان و نوش کے لئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قواعد۔ امام مالک جو تبع تابعین کے دور کے ترجمان ہیں، ان کی کتاب سے یہ قواعد مستنبط ہیں۔

تمہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ فقہ امام مالک کی بنا اوّلاً حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہے، وہ حدیث مسند ہو یا اصحاب ثقہ کی مروی شدہ مرسل۔ اس کے بعد فقہ امام مالک کی بنا عمر (بن الخطاب) کے فیصلوں پر ہے۔ بعدازاں ابن عمر کے فتووں اور ان کے عمل پر ہے۔ اس کے بعد دوسرے صحابہ کے فتاوی اور فقہائے مدینہ کے فتاوی پر، جن کے نام یہ ہیں: سعید بن المسیب عروہ بن زبیر، قاسم، سالم، سلیمان بن یسار، ابوسلمہ، ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام، ابوبکر بن عمرو بن حزم اور خلیفۃ المسلمین عمر بن عبدالعزیز وغیرہم۔

امام مالکؒ نے اپنی فقہ کی بنیاد عمر (بن الخطاب) کے فیصلوں پر جو رکھی ہے، تو وہ اس لئے کہ عمر (بن الخطاب) کی رائے اکثر وحی و تنزیل کے مطابق ہوتی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے:۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے خواب میں دودھ پیا۔ اور جو اس میں سے بچا، وہ عمر (بن الخطاب) کو دیا۔ آپؐ نے اس کی تعبیر علم سے کی۔ یہی وجہ ہے کہ غالب اوقات میں عمر (بن خطاب) کے فیصلوں پر صحابہ کا اجماع ہوا کرتا تھا۔ باقی امام مالک کا ابن عمر کے عمل کو اپنی فقہ کی بنیاد بنانا، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بڑے بڑے صحابہ نے ابن عمر کی استقامت کی شہادت دی ہے اور اس معاملے میں دوسرے صحابہ پر جو باہمی جنگوں (فتنہ) کے بعد باقی رہ گئے تھے) ان کی فوقیت مانی ہے۔ حذیفہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات پر ہمیں جس حال میں چھوڑا، عمر بن الخطاب، اور عبداللہ بن عمر کے سوا ہم میں سے کوئی ایسا نہیں، جس نے اس حال میں کوئی تغیر و تبدل نہ کیا ہو۔

مالک کہتے ہیں کہ ابن شہاب نے کہا کہ ابن عمر کی رائے سے اعراض نہ کرنا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساٹھ سال تک زندہ رہے، اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کا کوئی امر مخفی نہ تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔ عبداللہ بن عمر سے بڑھ کر ہم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے کسی کو "امرِ اوّل" کا التزام کرنے والا نہیں پایا۔ محمد بن الحنفیہ کہتے ہیں۔ ابن عمر اس امت کے بہترین آدمی تھے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر، ابوہریرہ اور ابو سعید وغیرہم کو دیکھا ہے ان کی رائے تھی کہ ان میں سے کوئی بھی سوائے ابن عمر کے اس حال پر نہیں ہے، جس پر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑا تھا۔ جابر کا قول ہے کہ اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو اس حال میں دیکھنے کی مسرت حاصل کرنا چاہو کہ ان میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہوا ہو۔ تو عبداللہ بن عمر کو دیکھو، ہم میں سے کوئی نہیں، جو نہ بدلا ہو۔ ابوجعفر کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کوئی ایسا نہ تھا کہ جو کچھ وہ آپؐ سے سنے، اس میں کسی طرح کا اضافہ یا کمی کرنے میں ابن عمر سے زیادہ محتاط ہو۔ نافع کا قول ہے۔ اگر تم ابن عمر کو دیکھتے کہ وہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کی ٹوہ میں رہتے ہیں، تو تم انہیں مجنوں کہتے۔ جعفر بن محمد اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا علی بن الحسین سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا۔ ابن عمر سب سے بڑھکر زاہد اور سب سے بڑھکر صحیح الرائے تھے۔ (یہ سب روایات الحاکم نے المستدرک میں بیان کی ہیں۔)

عبداللہ بن عمر کی استقامت روی کی دلیل یہ ہے کہ وہ باہمی جنگوں کے فتنوں سے بالکل بے تعلق رہے۔ اور ان میں مداخلت نہیں کی۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اس شرط پر بیعت کی کہ وہ کسی مسلمان کے خلاف جنگ میں شریک نہیں ہوں گے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کی یہ شرط مان لی تھی۔ اسی وجہ سے ابن عمر حضرت علی کی جنگوں میں شریک نہیں ہوئے۔ نافع کہتے ہیں:۔ ابن عمر کعبہ میں داخل ہوئے اور میں نے انہیں سجدہ میں یہ کہتے سنا "اے رب! تو جانتا ہے کہ یہ تیرا خوف ہی ہے جو مجھے اس دنیا کے متعلق قریش کی مزاحمت کرنے سے مانع ہے۔

اب رہا امام مالک کا اپنی فقہ میں اہل مدینہ کے تابعین کے اقوال اختیار کرنا۔ تو بات یہ ہے کہ مدینہ ملکوں کی روح اور شہروں کا دل تھا۔ اور علماء یہاں وقتاً فوقتاً آتے اور اہل مدینہ کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سامنے اپنی آراء پیش کرتے تھے۔ اور یہ اس لئے کہ اہل مدینہ کے پاس مصفّا اور منقح شکل میں علوم تھے، جو دوسروں کے ہاں نہیں تھے چنانچہ سوائے ان چھ کے امام مالک کے سارے مشائخ اہل مدینہ ہی سے ہیں۔ اور یہ چھ حسب ذیل ہیں۔

ابوالزبیر المکی، حمید الطویل، اور ایوب السختیانی بصرے سے۔ عطاء بن عبداللہ خراسان سے، عبدالکریم جزیرہ سے، اور ابراہیم بن ابی عیلہ شام سے۔

ارشاد فرمایا۔ جس طرح طریقہ باطن کے چار اصول ہیں:۔ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ، اور یہ سب جدا جدا ہیں۔ جب ان چہار سلسلہ سے واقفیت ہو جاتی ہے، سب کو اچھی طرح سمجھنے لگتا ہے، اس طرح چاروں اماموں کے چاروں طریقے بہت خوب ہیں۔ اور ہر ایک کے یہاں اپنے اپنے طریقے کی رعایت اور حجت موجود ہے۔ چنانچہ امام مالک قراء سبعہ کو جن کو صحابہ کرام سے صحتِ سند حاصل تھی، معتبر سمجھتے تھے۔ اور امام مالک نے کوفی اور عراقی احادیث کو ترک فرما کر مدینہ کی روایات اور احادیث کو اپنے لئے معمول بہا بنایا تھا۔ اسی طرح امام شافعی نے تمام حدیثوں کو جمع کیا اور ان میں سے جن کو مرجح، صحیح اور مستند سمجھا، ان کو قابل عمل گردانا، باقی کو ترک فرما دیا۔ اور امام احمد بن حنبل نے ظاہر حدیث پر اپنے عمل کی بنا رکھی۔ امام اعظم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی حدیث میرے سامنے آتی ہے، تو میں اس کو تمام شریعتوں کے ساتھ مطابق کرتا ہوں۔ اگر موافق پاتا ہوں اس کو قبول کر لیتا ہوں ورنہ نہیں۔ لیکن اس کو رد نہیں کرتا بلکہ اس کے مطالب اور معنی کو اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ یا اس میں احکام سیاستاً ہوتے ہیں یا تحقیقی .... حدیث کے ظاہری معنی کو امام اعظم ترجیح نہیں دیتے بلکہ جو کچھ بھی قرآن اور حدیث مشہور کے اصول کلیہ کے خلاف پاتے، اس کو پسند نہیں فرماتے تھے، بلکہ باہم تطبیق دینے کے لئے تاویل کر کے مشترک معنی لیتے۔

(ماخوذ از ملفوظات شاہ عبدالعزیز)

© rasailojaraid.com